اپنے ہوں تو 'مولوی صاحب' حق بولیں تو 'ملاں لوگ' قادیانی دجل کا عبرتناک تضاد!

قادیانی مولوی ملاں

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مُلّاں کا ہم مکتب

ابتدائیہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ!

تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ جب بھی کسی باطل فتنے نے سر اٹھایا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے اپنے دین کے محافظین یعنی علمائے حق کو کھڑا کر دیا۔ یہ علمائے کرام، جنہیں دنیا" ملاں اور مولوی" کے القاب سے جانتی ہے، ہمیشہ سے باطل کے راستے میں وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے ہیں جسے گرانا کسی بھی کذاب یا دجال کے لیے ممکن نہ رہا۔

فتنۂ قادیانیت، جو کہ استعماری سازشوں کی کوکھ سے جنم لینے والا ایک زہریلا پودا ہے، اس نے بھی اپنے آغاز ہی سے علمائے اسلام کو اپنا سب سے بڑا دشمن قرار دیا۔ مرزا غلام قادیانی اور اس کی ذریت نے اپنی کتب میں علمائے امت کی تذلیل وتضحیک کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انہیں" آسمان کے نیچے بدترین مخلوق"، مردہ خور، چوہا اور نادان جیسے گستاخانہ الفاظ سے پکارا گیا۔ اس پروپیگنڈے کا اصل مقصد یہ تھا کہ عام مسلمانوں کے دلوں سے اپنے ائمہ اور پیشواؤں کی عزت نکال دی جائے تاکہ وہ باطل کے اس جال میں آسانی سے پھنس سکیں۔

لیکن قدرت کا قانون ہے کہ اَلْحَقُّ یَعْلُو وَلَا یُعْلٰی (حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا)۔

زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں مرزا قادیانی کی اپنی کتب (سیرت

المہدی، تذکرہ، روحانی خزائن وغیرہ) سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ:

☆ جس ملاں کو مرزا گالی دیتا تھا، وہ خود اسی ملاں کا ہم مکتب اور شاگرد تھا۔

☆ مرزا کے اپنے گھر والے اسے ملاں کہہ کر اس کی تذلیل کرتے تھے۔

☆ مرزا اپنی علمی ولغوی غلطیوں پر انہی مولویوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور رہوا۔

☆ مرزا اور اس کی جماعت اپنے مفادات کے لیے انہی ملاں کی خدمات حاصل کرتی رہی۔

یہ کتاب محض ایک تردیدی رسالہ نہیں بلکہ قادیانی دجل کے تضادات کا وہ آئینہ ہے جس میں مرزا قادیانی کی اصلیت اس کی اپنی ہی زبان سے عیاں ہو رہی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف قادیانیوں کے اعتراضات کے دانت کھٹے کرے گا بلکہ مسلمانوں کے ایمان کو تازگی اور علمائے حق کی عظمت کو جِلا بخشے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے فتنۂ قادیانیت کے خلاف ایک موثر ہتھیار بنائے۔

خادمِ دین متین
مفتی مبشر شاہ

مرزا قادیانی کی نظر میں ملاں کا کردار اور تضادِ بیانیہ

مسجد کی امامت اور ختم پر اجرت لینا ایک سوال پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کو ناپاک باتوں سے ملا کر پڑھنا بے ادبی ہے وہ تو صرف روٹیوں کی غرض سے مُلاں لوگ پڑھتے ہیں۔اس ملک کے لوگ جو ختم وغیرہ دیتے ہیں تو ملاں لوگ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں کہ شور با اور روٹی زیادہ ملے۔وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (البقرۃ:42) یہ کفر ہے۔جو طریق آج کل پنجاب میں نماز کا ہے میرے نزدیک ہمیشہ سے اس پر بھی اعتراض ہے ملاں لوگ صرف مقررہ آدمیوں پر نظر کر کے جماعت کراتے ہیں ایسا امام شرعاً ناجائز ہے۔صحابہ میں کہیں نظیر نہیں ہے کہ اس طرح اجرت پر امامت کرائی ہو پھر اگر کسی کو مسجد سے نکالا جاوے تو چیف کورٹ تک مقدمہ چلتا ہے۔یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک ملاں نے نماز جنازہ کی چھ یا سات تکبیر یں کہیں۔لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا کہ یہ کام روز مرہ کے محاورہ سے یاد رہتا ہے کبھی سال میں ایک آدمی مرتا ہے تو کیسے یاد رہے جب مجھے یہ بات بھول جاتی ہے کہ کوئی مرا بھی کرتا ہے تو اس وقت کوئی میت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک ملا یہاں آ کر رہا۔ہمارے میرزا صاحب نے اسے محلے تقسیم کر دیئے ایک دن وہ روتا ہوا آیا کہ مجھے جو محلہ دیا ہے اس کے آدمیوں کے قد چھوٹے ہیں اس لیے ان کے مرنے پر جو کپڑا ملے گا اس سے چادر بھی نہ بنے گی۔اس وقت ان لوگوں کی حالت

بہت رڈی ہے صوفی لکھتے ہیں کہ مردہ کا مال کھانے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔

(فقہ المسیح صفحہ 392،393)

اس حوالے میں مرزا قادیانی نے پنجاب کے ائمہ اور علماء کو روٹیوں کے لیے قرآن پڑھنے والا اور مردہ خور قرار دے کر ان کی تذلیل کی ہے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے امامتِ صلوٰۃ اور نمازِ جنازہ جیسے دینی شعائر کو تمسخر کا نشانہ بنایا اور ائمہ کو محض پیٹ کا بندہ ظاہر کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود قادیانیوں کے ہاں بھی امامت اور دینی خدمات کے عوض تنخواہوں اور مراعات کا باقاعدہ نظام موجود ہے، جسے وہ اپنے لیے خدمتِ دین اور دوسروں کے لیے کفر قرار دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے لکھا کہ اجرت پر قرآن پڑھنا کفر ہے اور آیت وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا پیش کی۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا اصل روئے سخن علمائے بنی اسرائیل کی طرف تھا جو احکامِ الٰہی میں تحریف کر کے دنیاوی مفاد حاصل کرتے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ

بے شک سب سے زیادہ حقدار چیز جس پر تم اجرت لو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔

(صحیح بخاری: 5737)

اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ دینی خدمات یا تعلیم پر معاوضہ لینا شرعاً کفر نہیں ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا۔

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں کہیں نظیر نہیں ملتی کہ اجرت پر امامت کرائی ہو، سراسر لغو ہے۔ اگر چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضا کارانہ طور پر یہ کام کرتے تھے، لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ائمہ اور مؤذنین کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر فرمائے تھے۔

مرزا قادیانی کے تضاد پر ضرب

مرزا قادیانی نے جس ملاں کا ذکر کیا کہ اس نے چھوٹے قد کے مردوں کے کپڑے پر رونا رویا، یہ قصہ درحقیقت اس کی اپنی ذہنی اختراع یا کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جسے بقولِ خود ہمارے میرزا صاحب (یعنی مرزا قادیانی کے والد یا وہ خود) نے محلے تقسیم کر کے دیے تھے۔ اگر یہ عمل برا تھا تو مرزا قادیانی کے خاندان نے محلے تقسیم کر کے اس ملاں ازم کی بنیاد کیوں رکھی؟

قادیانیوں کا علماء کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق کہنا دراصل ان کی اس بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے جو علمائے حق کے دلائل کے سامنے انھیں ہمیشہ ہوتی رہی۔ خود مرزا قادیانی کے الفاظ اس کے اپنے تضاد کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مسجد کی توہین اور علماء کے لیے استہزائیہ لہجہ

> چنانچہ میں نے جب مسجد میں جا کر ملاّں سے پوچھا کہ زکریا والی توبہ کیسی ہوتی ہے؟ تو لوگوں نے تعجب کیا کہ یہ شیطان مسجد میں کس طرح آگیا ہے۔ مگر وہ ملاں مجھے جواب نہ دے سکا۔
>
> (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220،221، روایت 241)

اس روایت میں مرزا قادیانی کی زبانی مسجد کے ماحول اور وہاں موجود عالم دین (جسے وہ ملاں کہہ رہا ہے) کی تذلیل کی گئی ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ لوگ اسے دیکھ کر

شیطان کہنے لگے، یا تو اس کی اپنی ذہنی حالت کا عکس ہے یا پھر اس کی عادت کہ وہ ہمیشہ مذہبی طبقے کو جاہل اور خود کو عقلِ کل ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ زکریا والی توبہ جیسے مبہم سوالات سے علماء کو لاجواب کرنے کا ڈھونگ رچانا دراصل اس کے اس تکبر کا حصہ ہے جس کا نشانہ ہمیشہ ائمہِ مساجد بنے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مساجد میں اللہ کے ذکر اور وہاں کے انتظام کو بلند کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

ترجمہ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام۔

(سورۃ النور:36)

مرزا قادیانی کا مسجد میں جا کر تماشہ لگانا اور اسے ریکارڈ (سیرت المہدی) میں اس انداز سے لانا کہ وہاں کے عالم کو نیچا دکھایا جائے، مسجد کے ادب اور وقار کے سراسر منافی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم دین کی توہین سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

جس نے میرے کسی ولی (عالم باعمل) سے دشمنی کی، میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

(صحیح بخاری:6502)

مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں ہمیشہ حق پرست علماء کو ملاں کے لقب سے پکارا تاکہ عوام کی نظر میں ان کی قدر کم کی جاسکے، جبکہ اللہ کے نزدیک وہ طبقہ اعلانِ جنگ کا سبب بنتا ہے۔

مرزا قادیانی کا یہ انداز کہ وہ ملاں جواب نہ دے سکا، اس کی اپنی خود پسندی کی دلیل ہے۔قرآنِ پاک میں حکم ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ کنزالایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

(سورۃ النحل:43)

سوال پوچھنے کا مقصد علم کا حصول ہونا چاہیے نہ کہ کسی کی تذلیل۔مرزا قادیانی کا مقصد رہنمائی نہیں بلکہ ملاں کو رسوا کرنا تھا، جوکہ نفاق کی علامت ہے۔

مرزا قادیانی ایک طرف تو علماء کو ملاں کہہ کر حقیر جانتا ہے، لیکن دوسری طرف اپنے مریدوں کو وہی ملاں بننے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ اس کی دکان چلتی رہے۔وہ ائمہ کو شیطان کے منہ سے نکلی آواز قرار دیتا ہے، جبکہ خود اس کے خلفاء اور مربیین آج وہی لباس اور وہی القاب (مولوی، فاضل، مربی) اپنائے ہوئے ہیں جو وہ دوسروں کے لیے طعنہ سمجھتا تھا۔

ملاں کی تذلیل بھی اور ضرورت پڑنے پر خدمات بھی

ایک دفعہ منشی اروڑا صاحب مرحوم اور میں نے لدھیانہ میں حضرت مسیح
موعود کی خدمت میں عرض کی کہ کبھی حضور کپورتھلہ بھی تشریف لائیں۔
اُن دنوں کپورتھلہ میں ریل نہ آئی تھی۔حضور نے وعدہ فرمایا کہ ہم
ضرور کبھی آئیں گے۔اس کے بعد جلد ہی حضور بغیر اطلاع دیئے
ایک دن کپورتھلہ تشریف لے آئے۔اور یکہ خانہ سے اتر کر مسجد فتح والی

نزدیکہ خانہ واقع کپورتھلہ میں تشریف لے گئے۔ حافظ حامد علی صاحب ساتھ تھے۔ مسجد سے حضور نے ملاں کو بھیجا کہ منشی صاحب یا منشی ظفر احمد صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع کردو۔ میں اور منشی اروڑا صاحب کچہری میں تھے کہ ملاں نے آکر اطلاع دی کہ مرزا صاحب مسجد میں تشریف فرما ہیں۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 34،33، روایت 1028)

پچھلے حوالوں میں مرزا قادیانی نے ائمہ مساجد اور علماء (جنہیں وہ ملاں کہتا ہے) کو مردہ خور، روٹیوں کا بھوکا اور شیطان کے سامنے بے بس ظاہر کیا۔ لیکن اس حوالے میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی کپورتھلہ پہنچتا ہے تو وہ کسی اور کو نہیں بلکہ اسی مسجد کے ملاں کو اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک ملاں کا لفظ ایک ایسی ڈھال تھی جسے وہ تب استعمال کرتا جب اسے علماء حق کو نیچا دکھانا ہوتا، ورنہ ضرورت پڑنے پر وہ انہی کے سہارے اپنی تشہیر کرتا تھا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی سخت مذمت فرمائی ہے جن کے قول اور فعل میں تضاد ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(سورۃ الصف: 2،3)

مرزا قادیانی ایک طرف ملاں کو بدترین مخلوق کہتا ہے اور دوسری طرف اسی ملاں کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہ کھلا تضاد اور بدترین اخلاقی نمونہ ہے۔

اسلام میں عالم دین اور امامِ مسجد کو قوم کا پیشوا مانا گیا ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ

معمر اور سن رسیدہ مسلمان کی اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلو کرنے والا ہو اور نہ اس سے دور پڑ جانے والا ہو، اور عادل بادشاہ کی عزت و تکریم دراصل اللہ کے اجلال و تکریم ہی کا ایک حصہ ہے۔

(سنن ابی داؤد:4843)

مرزا قادیانی نے امامِ مسجد کو ملاں کہہ کر ایک چپراسی یا قاصد کی طرح استعمال کیا، جبکہ اسلام نے اسے حامل قرآن ہونے کی وجہ سے عزت دینے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں غور کریں کہ مرزا قادیانی مسجد میں ہے اور وہاں کے امام (ملاں) کو اپنے مریدوں (منشی اروڑا وغیرہ) کو بلانے کے لیے بھیج رہا ہے۔ اگر ملاں آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہے (جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے)، تو مرزا قادیانی نے اس بدترین مخلوق کی خدمت لینا کیوں گوارا کی؟ اگر ملاں کا وجود شیطانی ہے، تو اس نے ایک شیطانی وجود کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے مبارک مسجد سے کیوں روانہ کیا؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پاس علمائے اسلام کے دلائل کا کوئی جواب نہ تھا، اس لیے اس نے ملاں کے لفظ کو ایک گالی کے طور پر مشہور کرنے کی کوشش کی، تا کہ لوگ

علماء سے دور ہو جائیں، حالانکہ وہ خود انہی کا محتاج تھا۔

علماء کے عوامی احتجاج سے مرزیے کی بوکھلاہٹ

حضرت مسیح موعود کا ایک دفعہ لاہور میں لیکچر تھا تو اس موقعہ پر مولوی عبدالکریم صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود اس مکان کے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے جو مسجد احمدیہ کے سامنے ہے۔ میں بھی سکول سے رخصت لے کر لاہور پہنچ گیا۔ لیکچر کے موقعہ پر ایک عجیب نظارہ تھا۔ جگہ بجگہ ملاں لوگ لڑکوں کو ہمراہ لئے شور مچاتے پھرتے تھے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے تھے کہ لیکچر میں کوئی نہ جائے مگر وہاں یہ حالت تھی کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ ہی نہ ملتی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 124، روایت 1158)

اس روایت میں مرزا قادیانی کے پیروکار (راوی) نے علمائے حق کے پرامن احتجاج اور عوام کو فتنۂ قادیانیت سے بچانے کی کوشش کو شور مچانے اور گلا پھاڑنے سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں یہ تضاد انتہائی نمایاں ہے کہ مرزا قادیانی کا اپنا حواری (مولوی عبدالکریم) تلاوت کر رہا ہے جسے وہ مولوی کے لقب سے پکار رہا ہے، لیکن جو علماء مرزا قادیانی کے عقائدِ باطلہ پر گرفت کر رہے ہیں انہیں حقارت سے ملاں لوگ لکھا جا رہا ہے۔ یعنی جو مرزا کی بیعت کرے وہ مولوی صاحب اور جو حق بات کہے وہ ملاں۔

حق کی آواز کو شور کہنا کفار کا شیوہ ہے

جب انبیاء کرام علیہم السلام اور علمائے حق لوگوں کو باطل سے روکتے تھے، تو باطل پرست اسے شور وغل قرار دیتے تھے تاکہ لوگ بات نہ سن سکیں۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

(سورۃ فصلت:26)

مرزا قادیانی کے پیروکار کا علمائے اسلام کی صدائے حق کو شور اور گلا پھاڑنا کہنا دراصل اسی قدیم کافرانہ ذہنیت کی عکاسی ہے، جہاں دلیل کا جواب نہ ہو تو اسے شور قرار دے کر رد کر دیا جاتا ہے۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علماء کو امت کا نگہبان قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ

ترجمہ: اس علم (دین) کو ہر زمانے کے عادل لوگ حاصل کریں گے، جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے جھوٹے دعوؤں اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے۔

(مشکاۃ المصابیح:248)

لاہور کے ان ملاں (علماء) نے وہی فریضہ سرانجام دیا جس کا حکم حدیث میں تھا، یعنی مبطلین (جھوٹے دعویداروں) کے فتنوں سے عوام کو بچانا۔ مرزا قادیانی کے لیے یہ تکلیف دہ تھا، اس لیے اس نے اسے حقارت آمیز الفاظ میں بیان کیا۔

اس حوالے میں ایک بہت ہی لطیف نکتہ چھپا ہے:

روایت کے مطابق مولوی عبدالکریم صاحب تلاوت کر رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مولوی عبدالکریم آسمان کے نیچے بدترین مخلوق نہیں تھا؟

اگر مولوی ہونا یا کہلوانا کفر اور ذلت ہے، تو قادیانیوں نے اپنے اس تلاوت کرنے والے ساتھی کے نام کے ساتھ مولوی کیوں لگایا؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قادیانیوں کے نزدیک ملاں اور مولوی کا لفظ کوئی شرعی اصطلاح نہیں بلکہ ایک پولیٹیکل گالی ہے جو ان کے ساتھ ہو وہ معزز، جو ان کے مکر کو بے نقاب کرے وہ ملاں۔

حقیقت یہ ہے کہ لاہور کی کثرتِ خلائق مرزا قادیانی کی سچائی کی دلیل نہیں تھی، بلکہ علمائے اسلام کی اس جدوجہد کا ثبوت تھی جس نے مرزا کو مجبور کر دیا کہ وہ بند کمروں اور بالا خانوں میں چھپ کر لیکچر دے۔

قدرت کا انتقام، مرزا قادیانی بھی ملاں تھا

مطالعہ کی عادت: آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپ کے والد نہایت افسردہ ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے بعد اس لڑکے کا کس طرح گزارہ ہوگا اور اس بات پر ان کو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کا دست نگر رہے گا اور کبھی کبھی وہ آپ کے مطالعہ پر چڑ کر آپ کو ملاں بھی کہہ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں ملاں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے لیکن باوجود اس کے خود ان کے دل میں بھی آپ کا رعب تھا۔ اور جب کبھی وہ اپنی دنیاوی ناکامیوں کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپ کے استغراق کو دیکھ کر خوش

ہوتے تھے اور اس وقت فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہوا ہے لیکن چونکہ ان کی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گذری تھی اس لئے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا مگر حضرت مرزا صاحب اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی کسی وقت قرآن و حدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوتے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح بیٹے کو اپنے خیالات کا شکار کرے اور دنیاوی عزت کے حصول میں لگا دے اور بیٹا چاہتا تھا کہ اپنے باپ کو دنیا کے خطرناک پھندہ سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی لو لگا دے۔ غرض یہ عجیب دن تھے جن کا نظارہ کھینچنا قلم کا کام نہیں۔

(تذکار مہدی صفحہ 41،42)

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 341)

(سیرت مسیح موعود صفحہ 14)

مرزا قادیانی کی پوری زندگی علمائے حق کو ملاں کہہ کر بدنام کرنے میں گزری، لیکن اس کی اپنی خاندانی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس کے گھر والے (والد یا دیگر بزرگ) اس کے مطالعے اور گوشہ نشینی سے تنگ آ کر اسے خود ملاں کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مرزا کے گھر میں بھی یہ لفظ کسی عزت و احترام کے لیے نہیں بلکہ چڑ کر اور طنزاً بولا جاتا تھا۔ جس لفظ کو مرزا نے دوسروں کے لیے گالی بنایا، وہ خود اس کے اپنے گھر میں اس کی پہچان بنا دیا گیا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسروں کو برے القاب (نک نیم) سے

پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مَرد مَردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(سورۃ الحجرات:11)

مرزا قادیانی نے اس قرآنی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے علمائے اسلام کے لیے ملاں کا لفظ بطورِ طعنہ استعمال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی لقب میں مبتلا کر دیا کہ اس کے اپنے گھر والے اسے ملاں کہہ کر اس کی تحقیر کرتے تھے۔ یہ منصفِ حقیقی کا وہ فیصلہ ہے جو دنیا ہی میں سامنے آگیا۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مفہوم ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ایسے عیب پر عار دلاتا ہے جس سے وہ تائب ہو چکا ہو، تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک خود اس عیب میں مبتلا نہ ہو جائے۔

مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ " , قَالَ

أَحْمَدُ: " مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ

(سنن ترمذی:2505)

مرزا قادیانی نے ملاں کے لفظ کو عیب اور ذلت بنا کر پیش کیا، تو قدرت نے اس کے اپنے اپنوں کی زبان سے اسے وہی ملاں کہلوایا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کا اپنا وجود اس طبقے سے جڑا ہوا تھا جسے وہ دوسروں کے لیے گالی سمجھتا تھا۔

قادیانیوں کے لیے یہاں ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے:

اگر ملاں آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہے، تو کیا مرزا قادیانی کے گھر والے (معاذ اللہ) اسے بدترین مخلوق سمجھتے تھے؟

تذکارِ مہدی کا مصنف اعتراف کر رہا ہے کہ گھر والے چڑ کر اسے ملاں کہتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ مرزا قادیانی کی شخصیت اپنے گھر میں بھی ایک ایسے ملاں کی تھی جو کسی کے کام کا نہ تھا، بلکہ بوجھ سمجھا جاتا تھا۔

جو شخص اپنے گھر میں ملاں کہلا کر ذلیل ہوتا رہا، وہ باہر نکل کر علمائے حق کو کس منہ سے وہی طعنہ دیتا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے مطالعے کا مقصد بھی دین کی خدمت نہیں بلکہ اپنی خود ساختہ نبوت کی بنیادیں تلاش کرنا تھا، جسے اس کے گھر والوں نے بھانپ لیا تھا اور وہ اسے طنزیہ طور پر ملاں کہا کرتے تھے۔

مولوی بٹالوی، مولوی مرزا قادیانی ہم مکتب

1868 یا 1869 میں بھی ایک عجیب الہام اُردو میں ہوا تھا.....

اور تقریب اِس

1 میرزا غلام قادر صاحب کی وفات 1883ء میں ہوئی تھی۔ (کتاب

تذکرہ رؤسائے پنجاب)(مرتّب)

الہام کی یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے۔ جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالیوں کو اُن کے خیالات گراں گذرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کیلئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔

(تذکرہ صفحہ 8)

مرزا قادیانی نے اپنی کتب میں جن علماء کو ملاں کہہ کر آسمان کے نیچے بدترین مخلوق قرار دیا، اس حوالے سے ثابت ہوگیا کہ وہ خود انہی علماء کا ہم مکتب رہا ہے۔ مرزا خود اقرار کر رہا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اس کے ہم مکتب تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس مدرسے اور مکتب سے ملاں پیدا ہو رہے تھے، مرزا قادیانی بھی اسی کی پیداوار تھا۔ اب اگر بقولِ مرزا ملاں برا ہے، تو مرزا خود اسی زمرے میں آتا ہے۔ مزید برآں، مرزا کا کسی کے اکسانے پر بحث کے لیے مسجد جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود بھی انہی روایتی مذہبی مباحثوں (جن کا وہ دوسروں پر طعنہ دیتا تھا) کا حصہ تھا۔

مرزا قادیانی نے جس طبقے کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کی، بعد میں اسی کی تذلیل کی۔ قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے احسان فراموشی اور علمی تکبر کی مذمت فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ کنز الایمان: اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ الحشر:19)

مرزا قادیانی نے اللہ کے دین کے شارحین (علماء) کو بھلا کر ان کی تذلیل کی، تو اللہ نے اسے ایسی حالت میں کر دیا کہ وہ خود اپنے ماضی (ہم مکتبی) کا ذکر کر کے اپنے ہی خلاف حجت قائم کر رہا ہے۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(سنن ابی داوٗد:4833)

مرزا قادیانی خود اعتراف کر رہا ہے کہ وہ مکتب فکر اہلحدیث کے ایک جید عالم دین (مولوی محمد حسین بٹالوی) کا ہم مکتب تھا۔ اگر وہ طبقہ بدترین مخلوق تھا، تو مرزا کی اپنی تربیت اور تعلیم بھی اسی بدتر ماحول میں ہوئی؟ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا مقصد صرف اور صرف علمائے حق کی ساکھ کو نقصان پہنچانا تھا، چاہے اس کے لیے اسے اپنے ماضی کو ہی کیوں نہ جھٹلانا پڑے۔

قادیانی جماعت کے لیے یہاں چند چبھتے ہوئے سوالات ہیں:

مرزا قادیانی نے لکھا کہ بٹالوی صاحب نئے نئے مولوی ہو کر آئے۔ کیا اس وقت مرزا

قادیانی خود نئے نئے ڈاکٹر یا انجینئر بنے تھے؟ جی نہیں! وہ بھی اسی مدرسے کے فارغ التحصیل ملاں تھا۔

اگر ملاں کہلوانا کفر اور ذلت ہے، تو مرزا قادیانی ایک ملاں (بٹالوی صاحب) کے مکان اور مسجد میں ان سے بحث کرنے کیوں گیا؟

مرزا کا یہ کہنا کہ اس ناچیز کو بہت مجبور کیا گیا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں اتنی بھی اخلاقی جرات نہ تھی کہ وہ خود کو اس ملاں ازم سے دور رکھ سکتا جس کا وہ بعد میں دعویدار بنا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اسی روایتی تعلیمی نظام کا حصہ تھا جسے وہ بعد میں گالی دینے لگا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص جس برتن میں کھائے اسی میں سوراخ کرے۔

اعترافِ شکست، ملاں کی علمی گرفت اور مرزا کی پسپائی

> میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفّی کے معنے ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں۔ جن کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کرسکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو ونسیان لازمہ بشریّت ہے۔

(تذکرہ صفحہ 84)

اس حوالے میں مرزا قادیانی خود اقرار کر رہا ہے کہ اس نے اپنی کتاب براہین احمدیہ

میں عربی لغت کے ایک بنیادی لفظ توفّی کے معنی غلط لکھے تھے۔جس ملاں کو وہ حقیر جانتا تھا،اسی ملاں نے اسے علمی میدان میں ایسی پٹخنی دی کہ مرزا کو یہ کہنا پڑا کہ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے۔ یہاں یہ تضاد بھی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف وہ خود کو بشر اور صاحب سہو ونسیان قرار دے کر جان چھڑا رہا ہے،اور دوسری طرف اسی بشریت کے ناطے دوسرے علماءکو ان کی اجتہادی خطاؤں پر بدترین مخلوق قرار دیتا ہے۔

مرزا قادیانی نے توفی کے معنی میں جو تحریف کی،وہ دراصل قرآنی اصطلاحات کے ساتھ کھلواڑ تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلامِ الٰہی میں تحریف کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے:

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

ترجمہ کنزالایمان: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنیئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

(سورۃ النساء:46)

مرزا قادیانی کی یہ غلطی کوئی معمولی لغزش نہیں تھی، بلکہ وہ اپنے باطل عقیدے (حیاتِ مسیح علیہ السلام کی نفی) کے لیے لغت بدل رہا تھا، جسے علمائے حق (مولویوں) نے بروقت پکڑ لیا۔

مرزا قادیانی کا یہ عذر کہ الہامی غلطی نہیں، میری اپنی غلطی ہے، ایک لایعنی بات ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ کی نگرانی میں ہوتے ہیں اور وہ دین کے معاملے میں فاش غلطی (جو عقیدے کو بدل دے) سے پاک ہوتے ہیں، تو مرزا کا توفی جیسے کلیدی لفظ میں غلطی کرنا اس کے دعویٰ نبوت و الہام کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مولوی صاحبان بطورِ اعتراض پیش کرتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس دور کے مولوی جاگے ہوئے تھے اور مرزا کی ہر علمی بددیانتی پر نظر رکھتے تھے۔

اگر ملاں جاہل تھا، تو اس نے مرزا جیسے مدعیِ الہام کی وہ غلطی کیسے پکڑ لی جس کا اعتراف خود مرزا کو کرنا پڑا؟

مرزا کا یہ کہنا کہ خدا کسی غلطی پر مجھے قائم نہیں رکھتا، پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا نے اسے ملاں کے ذریعے درست کروایا؟ اگر ہاں، تو ملاں تو مرزا کا استاد اور مصلح ثابت ہوا، پھر اسے گالی کیوں دی جاتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی علمی طور پر انتہائی کچا تھا اور علمائے اسلام (جنہیں وہ ملاں کہتا تھا) اس کے سامنے وہ پہاڑ تھے جن سے ٹکرا کر اس کا علمی دجل پاش پاش ہو جاتا تھا۔

علمائے امت کی توہین اور حدیثِ نبوی ﷺ کا استہزاء

پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ: اِن علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔

میری عبادت گاہ میں اِن کے چُو لھے ہیں ۔میری پرستش کی جگہ میں
ان کے پیالے اورٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں ۔ اور چوہوں کی طرح
میرے نبی کی حدیثوں کو کُتر رہے ہیں ۔
(ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی پیالیاں ہیں جن کو ہندوستانی میں سکوریاں کہتے
ہیں عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں
کے دل ہیں جو دُنیا سے بھرے ہوئے ہیں)۔

(تذکرہ صفحہ 156،157)

مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ اسے اللہ نے بتایا کہ علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا اور وہ چوہوں کی طرح حدیثوں کو کتر رہے ہیں، دراصل اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے ۔جس طبقے نے اپنی زندگیاں حدیثِ رسول ﷺ کی حفاظت، تدوین اور اس کی تشریح میں گزار دیں، مرزا انہیں حدیث کترنے والا چوہا قرار دے رہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حدیث کو کترنے کا کام (یعنی حدیث میں من مانی تاویلات اور تحریف) خود مرزا قادیانی نے کیا، تا کہ وہ اپنے باطل دعاوی کے لیے راستہ بنا سکے۔ یہ الہام نہیں بلکہ علمائے حق کے خلاف ایک غلیظ پروپیگنڈا ہے تا کہ عوام کا رشتہ دین کے محافظوں سے ٹوٹ جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماء کو اپنی وراثت کا امین قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا
دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے درہم و دینار
وراثت میں نہیں چھوڑے، انہوں نے تو صرف علم کو وراثت میں

چھوڑا ہے۔

(سنن ابی داوٗد:3641)

مرزا قادیانی وارثین انبیاء کو چوہا کہہ رہا ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا وارث قرار دے رہے ہیں۔کیا (معاذ اللہ) اللہ کا الہام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! یہ مرزا کے اپنے نفس کی آواز تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر (دین) کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

(سورۃ الحجر:9)

حدیثِ پاک قرآن کی تفسیر ہے اور ذکرِ الٰہی کا حصہ ہے۔ یہ کہنا کہ علماء اسے چوہوں کی طرح کتر رہے ہیں، دراصل اللہ کے اس وعدے کی تکذیب ہے کہ اللہ اپنے دین کی حفاظت فرمائے گا۔اگر (معاذ اللہ) علماء حدیث کتر رہے تھے تو چودہ سو سال سے دین کی پہچان کیسے باقی رہی؟

قادیانیوں کے اس خودساختہ الہام پر چند منطقی سوالات:

مرزا کہتا ہے کہ عبادت گاہ سے مراد مولویوں کے دل ہیں۔اگر ان کے دل دنیا سے بھرے ہوئے تھے، تو مرزا انہی دنیا پرستوں سے اپنی کتاب (براہین احمدیہ) پر تصدیقیں اور ریویو کیوں لکھوا رہا تھا؟

مرزا کا یہ کہنا کہ علماء حدیث کتر رہے ہیں، کیا یہ وہی علماء نہیں تھے جنہوں نے مرزا کو لغت کی وہ غلطیاں بتائیں (جیسا کہ پچھلے حوالے میں گزرا) جن کا اعتراف خود مرزا نے کیا؟

اگر علماء حدیث کے دشمن تھے، تو مرزا نے اپنی کتب میں انہی علماء کی نقل کردہ احادیث سے استدلال کیوں کیا؟

حقیقت یہ ہے کہ جب علمائے اسلام نے احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں مرزا کے دجل کو بے نقاب کیا، تو اس نے تلملا کر یہ الہام گھڑ لیا کہ یہ لوگ تو چوہے ہیں جو حدیث کو کتر رہے ہیں۔ یہ دراصل حدیث کو ماننے کا نہیں، بلکہ اپنی مرضی کی تاویل نہ ماننے پر علماء کو گالی دینے کا ایک طریقہ تھا۔

خدائی دعویٰ پر مولویوں نے مرزا کو پکڑ لیا

> ایک کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے اور پھر مَیں نے کہا کہ آؤ۔ اب انسان کو پیدا کریں اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا حالانکہ اُس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریگا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔

(تذکرہ صفحہ 169)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے اپنے ایک خود ساختہ کشف کا ذکر کیا جس میں وہ کہتا ہے کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے۔ یہ صریحاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ خالقیت میں حصہ داری کا دعویٰ ہے۔ جب علمائے اسلام (جنہیں وہ یہاں 'نادان مولوی' کہہ رہا ہے) نے اس پر احتجاج کیا کہ یہ تو خدائی کا دعویٰ ہے، تو مرزا نے اپنی صفائی میں عجیب و غریب تاویل پیش کی کہ اس سے مراد تبدیلی تھی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک امتی یا نبی (بقول اس کے) کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے جو صرف رب العالمین کی

شان کے لائق ہیں؟ علمائے حق نے اسے اس کی زبان سے پکڑا، کیونکہ دین ظاہر پر حکم لگاتا ہے، اور مرزا کا ظاہر کفر سے بھرپور تھا۔

زمین اور آسمان کی تخلیق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خاصہ ہے۔ قرآنِ کریم میں بار بار اس کا اعلان کیا گیا ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

(سورۃ الرعد:16)

مرزا کا یہ کہنا کہ میں نے نیا آسمان پیدا کیا، اس قرآنی عقیدے پر حملہ ہے۔ علمائے اسلام نے اسی لیے اس کی گرفت کی کہ وہ الوہیت کی چادر کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اس سے مراد تبدیلی تھی، ایک فاسد تاویل ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسے فتنوں سے ڈرایا گیا ہے جو کلام کو اس کے اصل معنی سے پھیر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ

ترجمہ: بے شک میں اپنی امت پر گمراہ کن پیشواؤں (کے آنے) سے ڈرتا ہوں۔

(سنن ترمذی:2229)

نادان وہ مولوی نہیں تھے جنہوں نے شرعی غیرت دکھائی، بلکہ نادان (اور بددیانت) وہ شخص ہے جو کفر کے کلمات بول کر اسے کشف کا نام دے اور پھر اس کی رکیک تاویلات کرے۔

مرزا کہتا ہے کہ مولویوں نے شور مچایا۔کیا اللہ کی توحید پر ہونے والے حملے کے خلاف آواز بلند کرنا شور مچانا ہے یا ایمانی فریضہ؟

اگر یہ محض ایک تمثیل یا تبدیلی تھی، تو مرزا نے اتنے گھناؤنے اور کفر سے بھرپور الفاظ ہی کیوں چنے؟ کیا اسے (معاذ اللہ) اللہ کی طرف سے الہام کرنے والے کو زبان و بیان کی تمیز نہیں تھی؟

مرزا کا یہ کہنا کہ اس سے حقیقی انسان پیدا ہوں گے، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم (نعوذ باللہ) حقیقی انسان نہیں تھے اور مرزا کے مریدوں کی شکل میں اب حقیقی انسان پیدا ہو رہے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ تحریر اس کے ذہنی انتشار اور الوہیت کے خبط کا پتہ دیتی ہے۔علمائے اسلام نے اسے وہیں پکڑا جہاں اسے پکڑنا چاہیے تھا، اور مرزا کا انہیں نادان کہنا دراصل اس کی اپنی علمی و روحانی محرومی کا ثبوت ہے۔

حاصلِ مطالعہ قادیانی تضادات کا آئینہ

اس کتاب میں پیش کیے گئے حقائق اور مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کے تقابلی جائزے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قادیانیت کی بنیاد ہی تضاد بیانی پر قائم ہے۔جس طبقے (علماء و ائمہ) کو مرزا قادیانی اور اس کی ذریت نے ملاں کہہ کر تضحیک کا نشانہ بنایا، وہی طبقہ مرزا کی اپنی زندگی میں اس کے لیے ایک ایسی حقیقت تھا جس سے وہ آنکھیں نہیں چرا سکا تھا۔

مرزا قادیانی کے نزدیک مولوی اور ملاں کا لفظ کوئی علمی اصطلاح نہیں بلکہ ایک پولیٹیکل گالی تھی۔جب اس کے اپنے حواری (جیسے مولوی عبدالکریم) کوئی کام کرتے تو وہ معزز مولوی تھے، لیکن جب وہی لقب علمائے حق کے لیے استعمال ہوتا تو اسے بدترین مخلوق

قرار دیا جاتا۔

تذکارِ مہدی جیسے حوالے ثابت کرتے ہیں کہ مرزا اپنے گھر میں بھی ملاں کے لقب سے ہی جانا جاتا تھا۔ جس لقب سے وہ دوسروں کو چڑاتا تھا، قدرت نے اسے وہی لقب اس کے اپنوں کی زبان سے اس کی پہچان بنا کر دے دیا۔

مرزا قادیانی کا علمائے حق کو جاہل کہنا محض ایک ڈھونگ تھا۔ حقیقت میں وہ خود انہی کا ہم مکتب تھا اور لغتِ عرب (جیسے لفظِ توفی) کی غلطیوں پر انہی ملاں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوا۔

مرزا کا مسجد کے امام کو چپراسی کی طرح استعمال کرنا اور پھر انہی کے خلاف غلیظ الہامات گھڑنا اس کی پست ذہنی اخلاقیات کا ثبوت ہے۔

علمائے اسلام (ملاں و مولوی) وہ دیوارِ چین ہیں جس سے ٹکرا کر ہر دور کے فتنے پاش پاش ہوئے۔ مرزا قادیانی نے انہیں حدیث کترنے والے چوہے کہا، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انہی ملاں نے حدیثِ رسول ﷺ کی حفاظت کر کے مرزا کے دجل کو رہتی دنیا تک رسوا کر دیا۔

قادیانی جماعت کا آج بھی علماء کو ملاں کہہ کر طعنہ دینا دراصل ان کی اسی شکست خوردہ ذہنیت کا تسلسل ہے جو مرزا قادیانی کو علمی میدان میں جا بجا اٹھانی پڑی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان القاب سے مرعوب ہونے کے بجائے ان کے پیچھے چھپی قادیانی بوکھلاہٹ کو سمجھیں۔

جاری ہے کہ اس پر کچھ قرآن شریف وغیرہ پڑھا کرتے ہیں، یہ طریق تو شرک ہے اور اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے فعل سے نہیں۔ غرباء ومساکین کو بے شک کھانا کھلاؤ۔

(الحکم 31 مارچ 1903ء صفحہ 4)

چہلم کی رسم ناجائز ہے

ایک شخص کا سوال حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پیش ہوا کہ چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا:

’’یہ رسم سنت سے باہر ہے۔‘‘

(بدر 14 فروری 1907ء صفحہ 4)

مسجد کی امامت اور ختم پر اجرت لینا

ایک سوال پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کو ناپاک باتوں سے ملا کر پڑھنا بے ادبی ہے وہ تو صرف روٹیوں کی غرض سے مُلّاں لوگ پڑھتے ہیں۔ اس ملک کے لوگ جو ختم وغیرہ دیتے ہیں تو مُلّاں لوگ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں کہ شوربا اور روٹی زیادہ ملے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (البقرة: 42)

یہ کفر ہے۔ جو طریق آج کل پنجاب میں نماز کا ہے میرے نزدیک ہمیشہ سے اس پر بھی اعتراض ہے ملاں لوگ صرف مقررہ آدمیوں پر نظر کر کے جماعت کراتے ہیں ایسا امام شرعاً ناجائز ہے۔ صحابہؓ میں کہیں نظیر نہیں ہے کہ اس طرح اجرت پر امامت کرائی ہو پھر اگر کسی کو مسجد سے نکالا جاوے تو چیف کورٹ تک مقدمہ چلتا ہے۔ یہانتک کہ ایک دفعہ ایک ملاں نے نماز جنازہ کی چھ یا سات تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا کہ یہ کام روزمرہ کے محاورہ سے یاد رہتا ہے کبھی سال میں ایک آدمی مرتا ہے تو کیسے یاد رہے جب مجھے یہ بات بھول جاتی ہے کہ کوئی مرا بھی کرتا ہے تو اس وقت کوئی میت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک مُلّاں یہاں آ کر رہا۔ ہمارے میرزا صاحب نے اسے محلے تقسیم کر دیئے ایک دن وہ روتا ہوا آیا کہ مجھے جو محلّہ دیا ہے اس کے آدمیوں کے قد چھوٹے ہیں اس لیے ان کے مرنے پر جو کپڑا ملے گا اس سے چادر بھی نہ بنے گی۔

اس وقت ان لوگوں کی حالت بہت ردّی ہے صوفی لکھتے ہیں کہ مردہ کا مال کھانے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ (البدر 27 مارچ 1903ء صفحہ 73)

طاعون سے محفوظ رہنے کے لیے زیارتیں لے کر نکلنا

لاہور میں جو لوگ طاعون سے محفوظ رہنے کے لیے نماز پڑھنے کے واسطے زیارتیں لے کر نکلتے ہیں۔ ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس پر فرمایا:۔

جو لوگ اب باہر جا کر نمازیں پڑھتے ہیں اور زیارتیں نکالتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صفائی نہیں کرتے۔ سچی تبدیلی کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا، ورنہ پھر وہی شوخی اور بیبا کی کیوں نظر آ رہی ہے۔ اگر سچی تبدیلی ہو تو ممکن نہیں کہ طاعون نہ ہٹ جائے۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف جب میں کہتا ہوں کہ سچی تبدیلی کرو اور استغفار کرو۔ خدا تعالیٰ سے صلح کرو تو میری ان باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور ٹھٹھے اڑاتے ہیں اور اب خود بھی دعا ہی اس کا علاج بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ طاعون ان کے ہی سبب سے آیا ہے کیونکہ انھوں نے جھوٹے دعوے کئے تھے۔ مجھے ان کی اس بات پر بھی تعجب اور افسوس آتا ہے کہ میں تو جھوٹے دعوے کر کے سلامت بیٹھا ہوں، حالانکہ بقول ان کے طاعون میرے ہی سبب سے آیا ہے اور مجھے ہی حفاظت کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے۔ یہ بات تو ان عدالتوں میں بھی نہیں ہوتی کہ صریح ایک مجرم ہو وہ چھوڑ دیا جاوے اور بے گناہ کو پھانسی دے دی جاوے۔ پھر کیا خدا تعالیٰ کی خدائی ہی میں یہ اندھیر اور ظلم ہے کہ جس کے لیے طاعون بھیجا جاوے وہ تو محفوظ رہے اور اس کو

ہیں کہ میں ان دنوں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے جب مسجد میں جا کر ملاّں سے پوچھا کہ زکریا والی توبہ کیسی ہوتی ہے؟ تو لوگوں نے تعجب کیا کہ یہ شیطان مسجد میں کس طرح آ گیا ہے۔ مگر وہ ملاں مجھے جواب نہ دے سکا۔ پھر میں نے دھرم کوٹ کے مولوی فتح دین صاحب مرحوم احمدی سے پوچھا انہوں نے کہا کہ زکریا والی توبہ بس یہی ہے کہ بے دینی چھوڑ دو۔ حلال کھاؤ۔ نماز روزہ کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا جایا کرو۔ یہ سُن کر میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔ چار پانچ ماہ کا عرصہ گذرا ہوگا کہ میں ایک دن گھر گیا تو اپنی بڑی بیوی کو روتے ہوئے پایا۔ سبب پوچھا تو اس نے کہا پہلے مجھ پر یہ مصیبت تھی کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تھی آپ نے میرے اُوپر دو بیویاں کیں۔ اب یہ مصیبت آئی ہے کہ میرے حیض آنا بند ہو گیا ہے (گویا اولاد کی کوئی امید ہی نہیں رہی) ان دنوں میں اس کا بھائی امرتسر میں تھانہ دار تھا چنانچہ اس نے مجھے کہا کہ مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو کہ میں کچھ علاج کرواؤں۔ میں نے کہا وہاں کیا جاؤ گی یہیں دائی کو بلا کر دکھلاؤ اور اس کا علاج کرواؤ۔ چنانچہ اس نے دائی کو بلوایا اور کہا کہ مجھے کچھ دوا وغیرہ دو۔ دائی نے سرسری دیکھ کر کہا میں تو دوا نہیں دیتی نہ ہاتھ لگاتی ہوں۔ کیوں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تیرے اندر بھول گیا ہے (یعنی تُو تو بانجھ تھی مگر اب تیرے پیٹ میں بچہ معلوم ہوتا ہے۔ پس خدا نے تجھے (نعوذ باللہ) بھول کر حمل کروا دیا ہے۔ مؤلف) اور اس نے گھر سے باہر آ کر بھی یہی کہنا شروع کیا کہ خدا بھول گیا ہے مگر میں نے اسے کہا کہ ایسا نہ کہو بلکہ میں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی تھی۔ پھر منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ میں حمل کے پورے آثار ظاہر ہو گئے اور میں نے ارد گرد سب کو کہنا شروع کیا کہ اب دیکھ لینا کہ میرے لڑکا پیدا ہوگا اور ہوگا بھی خوبصورت مگر لوگ بڑا تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا ہو گیا تو واقعی بڑی کرامت ہے۔ آخر ایک دن رات کے وقت لڑکا پیدا ہوا اور خوبصورت ہوا۔ میں اسی وقت دھرم کوٹ بھاگا گیا۔ جہاں میرے کئی رشتہ دار تھے اور لوگوں کو اس کی پیدائش سے اطلاع دی چنانچہ کئی لوگ اسی وقت بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے مگر بعض نہیں گئے اور پھر اس واقعہ پر ونجواں کے بھی بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور میں نے بھی بیعت کر لی۔ اور لڑکے کا نام عبدالحق رکھا۔ منشی صاحب بیان کرتے ہیں

کر کے واپس آ گئے ۔ کیونکہ یہ تینوں ملازم تھے ۔ میں پندرہ بیس روز لدھیانہ ٹھہرا رہا اور بہت سے لوگ بیعت کرتے رہے۔

حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے ۔ بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقّت طاری ہو جاتی تھی ۔ اور دعا اور بیعت بہت لمبی فرماتے تھے ۔ اس لئے ایک دن میں بیس پچیس آدمی کے قریب بیعت ہوتے تھے۔

﴿1026﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ بیعت کے بعد جب میں لدھیانہ میں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک صوفی طبع شخص نے چند سوالات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کرا سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس کے لئے مناسبت شرط ہے اور میری طرف منہ کر کے فرمایا کہ یا جس پر خدا کا فضل ہو جائے ۔ اسی رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

﴿1027﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ میرے دو تین خواب ازالہ اوہام کی جلد کے ساتھ جو کورے کاغذ تھے ۔ اُن پر اپنی قلم سے درج فرمائے ۔ اسی طرح الٰہی بخش اکونٹنٹ نے جب حضرت صاحب کے خلاف کچھ خواب شائع کئے تو حضور نے مجھے لکھا کہ اپنے خواب لکھ کر بھیجو ۔ میں نے بھیج دیئے ۔ حضور نے وہ خواب اشتہار میں چھپوا دیئے ۔ خواب سے پیشتر میں نے یہ شعر بھی لکھا تھا ۔ ؎

الا اے بلبل نالاں چہ چندیں ماجرا داری
بیا داغے کہ من درسینہ دارم تو کجا داری

عسل مصفّٰی میں وہ اشتہار اور خواب چھپے ہوئے موجود ہیں۔

﴿1028﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ منشی اروڑا صاحب مرحوم اور میں نے لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ کبھی حضور کپورتھلہ بھی تشریف لائیں ۔ اُن دنوں کپورتھلہ میں ریل نہ آئی تھی ۔ حضور نے وعدہ فرمایا کہ ہم

ضرور کبھی آئیں گے۔ اس کے بعد جلد ہی حضور بغیر اطلاع دیئے ایک دن کپورتھلہ تشریف لے آئے۔ اور یکہ خانہ سے اتر کر مسجد فتح والی نزد یکّہ خانہ واقع کپورتھلہ میں تشریف لے گئے۔ حافظ حامد علی صاحب ساتھ تھے۔ مسجد سے حضور نے ملاں کو بھیجا کہ منشی صاحب یا منشی ظفر احمد صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو۔ میں اور منشی اروڑا صاحب کچہری میں تھے کہ ملاں نے آ کر اطلاع دی کہ مرزا صاحب مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اور انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ اطلاع کر دو۔ منشی اروڑا صاحب نے بڑی تعجب آمیز ناراضگی کے لہجے میں پنجابی میں کہا ''دیکھوناں تیری مسیت وچ آ کے مرزا صاحب نے ٹھہرنا سی؟''۔ میں نے کہا کہ چل کر دیکھنا تو چاہئے۔ پھر منشی صاحب جلدی سے صافہ باندھ کر میرے ساتھ چل پڑے۔ مسجد میں جا کر دیکھا کہ حضور فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور حافظ حامد علی صاحب پاؤں دبا رہے تھے اور پاس ایک پیالہ اور چمچہ رکھا ہوا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ شاید آپ نے دودھ ڈبل روٹی کھائی تھی۔ منشی اروڑا صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے اس طرح تشریف لانی تھی؟ ہمیں اطلاع فرماتے۔ ہم کرتار پور سٹیشن پر حاضر ہوتے۔ حضور نے جواب دیا۔ اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کرنا تھا۔ پھر حضور کو ہم اپنے ہمراہ لے آئے۔ اور محلّہ قائم پورہ کپورتھلہ میں جس مکان میں پرانا ڈاکخانہ بعد میں رہا ہے، وہاں حضور کو ٹھہرایا۔ وہاں بہت سے لوگ حضور کے پاس جمع ہو گئے۔ کرنیل محمد علی خاں صاحب، مولوی غلام محمد صاحب وغیرہ۔ حضور تقریر فرماتے رہے۔ کچھ تصوف کے رنگ میں کرنیل صاحب نے سوال کیا تھا جس کے جواب میں یہ تقریر تھی۔ حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ مولوی غلام محمد صاحب جو کپورتھلہ کے علماء میں سے تھے آبدیدہ ہو گئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھائے کہ میری آپ بیعت لے لیں۔ مگر حضور نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ بعد میں مولوی مذکور سخت مخالف رہا۔

﴿1029﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ سے کپورتھلہ تشریف لائے تو صرف ایک دن قیام فرما کر قادیان کو تشریف لے گئے۔ ہم کرتار پور کے اسٹیشن پر پہنچانے گئے۔ یعنی منشی اروڑا صاحب، محمد خاں صاحب اور میں۔ اگر کوئی اور بھی ساتھ کرتار پور گیا ہو تو مجھے یاد نہیں۔

اس کے منکر جو بات کہتے ہیں یونہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آئیں میرے منہ پر وہ بات کر جائیں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی نہ سہی یونہی امتحان سہی

وہ کہنے لگا۔ اہل زبان اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ جماعت علی شاہ صاحب کے پاس ایک مسمریزم کی کتاب تھی اور وہ کہنے لگے کہ یہ ہمارے کھانے کمانے کا شغل ہے۔

﴿1158﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔میاں رحمت اللہ صاحب ولد میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک دفعہ لاہور میں لیکچر تھا تو اس موقعہ پر مولوی عبد الکریم صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مکان کے بالا خانہ میں تشریف فرماتھے جو مسجد احمدیہ کے سامنے ہے۔ میں بھی سکول سے رخصت لے کر لاہور پہنچ گیا۔ لیکچر کے موقعہ پر ایک عجیب نظارہ تھا۔ جگہ بجگہ ملاں لوگ لڑکوں کو ہمراہ لئے شور مچاتے پھرتے تھے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے تھے کہ لیکچر میں کوئی نہ جائے مگر وہاں یہ حالت تھی کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ ہی نہ ملتی تھی۔ حضور کے نورانی چہرہ میں ایک عجیب کشش تھی۔ جب حضور تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو بہت شور مچ گیا۔ ہر ایک دوسرے کو منع کرتا۔ اس پر مولوی عبد الکریم صاحب نے تلاوت شروع کی۔ جھٹ خاموشی ہوگئی پھر حضور نے تقریر فرمائی جو آخر تک توجہ سے سنی گئی۔ لیکچر سننے کے بعد میں بھی اُس بالا خانہ میں چلا گیا۔ جہاں حضور فرش پر ہی بیٹھے ہوئے تھے یا لیٹے ہوئے تھے۔ (یہ مجھے یاد نہیں) میں پاؤں دبانے لگ گیا۔ اس وقت ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور میں گنڈے تعویذ کرتا ہوں۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ میرا گذارہ اسی پر ہے مجھے اب یاد نہیں رہا۔ کہ حضور نے اس کو کیا جواب دیا۔ البتہ ایک مثال حضور علیہ السلام نے جو اس وقت دی تھی وہ مجھے اب تک یاد ہے۔ حضور نے فرمایا! کہ دیکھو ایک زمیندار اپنی زمین میں خوب ہل چلاتا ہے اور کھاد بھی خوب ڈالتا ہے اور پانی بھی خوب دیتا ہے اور بیج بھی عمدہ ہوتا ہے۔ یہ سب اس کے اپنے اختیار کی باتیں ہیں۔ بیج کا اگنا، بڑھنا یہ اس کے اپنے

اب تک آپ کی اِس کوشش میں شاید کئی جوتیاں بھی گھس گئی ہوں گی مگر کوئی شخص آپ کی بات نہیں سنتا۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر بھی ساری دنیا اُن کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے۔ آخر اُن کے پاس کوئی سچائی ہے تبھی تو ایسا ہو رہا ہے ورنہ لوگ آپ کی بات کیوں نہ سنتے۔

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 199 تا 212)

خلوت نشینی

کبھی وہ وقت تھا کہ وہ شخص جس کے متعلق بعض دفعہ اس کے والد کے گہرے دوست بھی اس کا نام سن کا کہا کرتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مرزا غلام مرتضٰی صاحب کا کوئی اور بیٹا بھی ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے والد کے دوستوں میں سے کئی ایسے تھے جو سالہا سال کی ملاقات کے بعد یہ معلوم نہ کر سکے تھے کہ مرزا غلام قادر صاحب کے سوا ان کا کوئی اور بیٹا بھی ہے کیونکہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ گوشہ تنہائی میں رہتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے عادی تھے۔

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1934ء، انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 308)

خاندان کی نسلیں منقطع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ تیرے سوا اس خاندان کی نسلیں منقطع ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اس خاندان میں سے وہی لوگ باقی ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور باقی سب کی نسلیں منقطع ہو گئی ہیں۔

جس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا اس وقت خاندان میں ستر کے قریب مرد تھے لیکن اب سوائے ان کے جو حضرت مسیح موعودؑ کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں ان ستر میں سے ایک کی بھی اولاد نہیں ہے۔ (الفضل 7 اکتوبر 1919ء جلد 7 نمبر 28 صفحہ 8-7)

مطالعہ کی عادت

آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپ کے والد نہایت افسردہ ہو جاتے تھے اور کہتے

تھے کہ میرے بعد اس لڑکے کا کس طرح گزارہ ہوگا اور اس بات پر ان کو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کا دست نگر رہے گا اور کبھی کبھی وہ آپ کے مطالعہ پر چڑ کر آپ کو ملاّں بھی کہہ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں ملاّں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے لیکن باوجود اس کے خود ان کے دل میں بھی آپ کا رعب تھا۔ اور جب کبھی وہ اپنی دنیاوی ناکامیوں کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپ کے استغراق کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اس وقت فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہوا ہے لیکن چونکہ ان کی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گذری تھی اس لئے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا مگر حضرت مرزا صاحب اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی کسی وقت قرآن و حدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوتے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح بیٹے کو اپنے خیالات کا شکار کرے اور دنیاوی عزت کے حصول میں لگا دے اور بیٹا چاہتا تھا کہ اپنے باپ کو دنیا کے خطرناک پھندہ سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی لو لگا دے۔ غرض یہ عجیب دن تھے جن کا نظارہ کھینچنا قلم کا کام نہیں۔'' (رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو جلد 15 نمبر 9 ستمبر 1916ء صفحہ 333)

خدمت دین کی لگن

مجھے سب سے زیادہ ایک بوڑھے شخص کی شہادت پسند آیا کرتی ہے۔ یہ ایک سکھ ہے جو آپ کا بچپن کا واقف ہے۔ وہ آپ کا ذکر کر کے بے اختیار رو پڑتا ہے۔ اور سنایا کرتا ہے کہ ہم کبھی آپ کے پاس آ کر بیٹھتے تھے تو آپ ہمیں کہتے تھے کہ جا کر میرے والد صاحب سے سفارش کرو کہ مجھے خدا اور دین کی خدمت کرنے دیں اور دنیوی کاموں سے معاف رکھیں۔ پھر وہ شخص یہ کہہ کر رو پڑتا کہ ''وہ تو پیدائش سے ہی ولی تھے۔''

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 207)

محبت الٰہی

جب آپ (حضرت مسیح موعودؑ) کی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اس وقت آپ ایک اپنی ہم

وجہ سے ہے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپ کے والد نہایت افسردہ ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے بعد اس لڑکے کا کس طرح گذارہ ہو گا۔ اور اس بات پر ان کو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کا دست نگر رہے گا۔ اور کبھی کبھی وہ آپ کے مطالعہ پر چڑ کر آپ کو ملاں بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں ملاں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے خود ان کے دل میں بھی آپ کا رعب تھا اور جب کبھی وہ اپنی دنیاوی ناکامیابی کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپ کے استغراق کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اور اس وقت فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گذری تھی اس لئے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا۔ مگر حضرت مرزا صاحبؑ اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی وقت قرآن و حدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوئے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح بیٹے کو اپنے خیالات کا شکار کرے اور دنیاوی عزت کے حصول میں لگاوے اور بیٹا چاہتا تھا کہ اپنے باپ کو دنیا کے خطرناک پھندہ سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی لَو لگا دے۔ غرض یہ عجیب دن تھے جن کا نظارہ کھینچنا قلم کا کام نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق اپنے دل کے اندر ہی اس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے۔ ان دنوں آپ کے سامنے پھر ملازمت کا سوال پیش ہوا۔ اور ریاست کپور تھلہ کے محکمہ تعلیم کا افسر بنانے کی تجویز ہوئی لیکن آپ نے نامنظور کر دیا۔ اور اپنے والد صاحب کے ہموم و غموم کو دیکھ کر اس بات کو ہی پسند فرمایا کہ جس تنگی سے بھی گذارہ ہو گھر پر ہی رہیں اور ان کے کاموں میں جہاں تک ہو سکے ہاتھ بٹائیں۔ گو جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے آپ کا دل اس کام کی طرف بھی راغب نہ تھا لیکن آپ اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت اور ان کے آخری ایام کو جہاں تک ہو سکے بآرام کرنے کے لئے اس کام میں لگے ضرور رہتے تھے۔ گو فتح و شکست سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔

ایک مقدمہ میں نشان الٰہی

حضرت مسیح موعودؑ گو اس زمانہ میں اپنے والد صاحب کی مدد کے لئے ان کے دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے لیکن آپ کا دل کسی اور طرف تھا اور دست در کار دل بایار کی مثال بنے ہوئے تھے۔ مقدمات سے ذرا فارغ ہوتے تو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جاتے۔ اور ان سفروں میں جو آپ کو ان

موقعہ ملے گا۔ یہ زمانہ آپ کا عجیب کشمکش کا زمانہ تھا۔ والد صاحب چاہتے تھے کہ آپ یا تو اپنے زمینداری کے کام میں مصروف ہوں یا کوئی ملازمت اختیار کریں اور آپ اِن دونوں باتوں سے متنفر تھے اور اِس لیے اکثر طعن وتشنیع کا شکار رہتے تھے۔ جب تک آپ کی والدہ صاحبہ زندہ رہیں آپ پر ایک سپر کے طور پر رہیں لیکن اُن کی وفات کے بعد آپ اپنے والد صاحب اور بھائی صاحب کی ملامت کا اکثر نشانہ ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ آپ کا دنیاوی کاموں سے متنفر ہونا سُستی کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپ کے والد نہایت افسردہ ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے بعد اس لڑکے کا کس طرح گزارہ ہوگا اور اِس بات پر ان کو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کا دستِ نگر رہے گا اور کبھی کبھی وہ آپ کے مطالعہ پر چڑ کر آپ کو مُلّاں بھی کہہ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں مُلّاں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے خود اُن کے دل میں بھی آپ کا رعب تھا اور جب کبھی وہ اپنی دنیاوی ناکامیابی کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپ کے استغراق کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اس وقت فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ اُن کی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گذری تھی اِس لیے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا۔ مگر حضرت مرزا صاحب اِس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی کسی وقت قرآن حدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لیے بیٹھ جاتے تھے اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوئے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح بیٹے کو اپنے خیالات کا شکار کرے اور دنیاوی عزت کے حصول میں لگا دے اور بیٹا چاہتا تھا کہ اپنے باپ کو دنیا کے خطرناک پھندہ سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی لَو لگا دے۔ غرض یہ عجیب دن تھے جن کا نظارہ کھینچنا قلم کا کام نہیں ہر ایک شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق اپنے دل کے اندر ہی اِس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے۔ ان دنوں آپ کے سامنے پھر ملازمت کا سوال پیش ہوا

اس پر مجھے سخت قلق ہوا اور میں نے ان کی شفاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی......سو جب مَیں دعا میں مشغول ہوا تو میں نے کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ برادر مذکور پورے تندرست کی طرح بغیر سہارے کے مکان میں چل رہے ہیں چنانچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو شفاء بخشی اور وہ اس واقعہ کے بعد پندرہ[۱] برس تک زندہ رہے۔'' (نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۹۵)

۱۸۶۸ء (تخمیناً) ''ایک شخص سہج رام نام امرتسر کی کمشنری میں سر رشتہ دار تھا اور پہلے وہ ضلع سیالکوٹ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کا سر رشتہ دار تھا اور وہ مجھ سے ہمیشہ مذہبی بحث رکھا کرتا تھا اور دینِ اسلام سے فطرتاً ایک کینہ رکھتا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ میرے ایک بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے تحصیلداری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہو گئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے۔ ایک دن مَیں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب مَیں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ اُلٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی اور میں نے دیکھا کہ سہج رام سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آ کھڑا ہوا جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرا دو۔ مَیں نے اُس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہو گیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔ بعد اس کے میں نیچے اترا اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی نوکری کے بارہ میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہو جائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے۔ ان سب نے میری بات سن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آ گئی کہ اُسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اِس دنیا سے گزر گیا۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰۹)

۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء (الف) ''۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں بھی ایک عجیب الہام اردو میں ہوا تھا......اور تقریب اِس الہام کی یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالیوں کو اُن کے خیالات گراں گزرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اُس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اُس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ ان

---

۱ (نوٹ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ) میرزا غلام قادر صاحب کی وفات ۱۸۸۳ء میں ہوئی تھی۔ (کتاب تذکرہ رؤسائے پنجاب)

تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ ۱۰۳ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔

۸۴ میں تجھ کو پوری[۱] نعمت دوں گا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور جو لوگ تیری متابعت اختیار کریں یعنی حقیقی طور پر اللہ و رسول کے مُتّبعین میں داخل ہو جائیں اُن کو اُن کے مخالفوں پر کہ جو انکاری ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ یعنی وہ لوگ حجّت اور دلیل کے رُو سے اپنے مخالفوں پر غالب رہیں گے اور صدق اور راستی کے انوار ساطعہ اُنہیں کے شامل حال رہیں گے ۸۵ اور سُست مت ہو اور غم مت کرو۔ ۸۶ خدا تم پر بہت ہی مہربان ہے۔ ۸۷ خبردار ہو بہ تحقیق جو لوگ مقربان الٰہی ہوتے ہیں اُن پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم کرتے ہیں۔ ۸۸ تُو اس حالت میں مرے گا کہ جب خدا تجھ پر راضی ہوگا۔ ۸۹ پس بہشت میں داخل ہو انشاء اللہ امن کے ساتھ۔ ۹۰ تم پر سلام۔ تم شرک سے پاک ہو گئے سو تم امن کے ساتھ بہشت میں داخل ہو۔ ۹۱ تجھ پر سلام۔ ۹۲ تو مبارک کیا گیا۔ ۹۳ خدا نے دعا سن لی۔ وہ دعاؤں کو سنتا ہے۔ ۹۴ تو دنیا اور آخرت میں مبارک ہے...... ۹۵ لوگوں کی بیماریاں اور خدا کی برکتیں یعنی مبارک کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اس سے لوگوں کی روحانی بیماریاں دور ہوں گی اور جن کے نفس سعید ہیں وہ تیری باتوں کے ذریعہ سے رشد اور ہدایت پا جائیں گے اور ایسا ہی جسمانی بیماریاں اور تکالیف جن میں تقدیر مبرم نہیں۔[۲]

---

۱ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔ ''میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفّی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں۔ جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریّت ہے۔''
(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲، نیز دیکھیے براہین احمدیہ حصّہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۹۳ حاشیہ)

۲ (نوٹ از مولانا عبداللطیف بہاولپوری) حضرت اقدسؑ الہام اَمْرَاضُ النَّاسِ وَبَرَکَاتُہٗ کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔ ''یعنی لوگوں میں مرض پھیلے گی اور اس کے ساتھ ہی خدا کی برکتیں نازل ہوں گی اور وہ اس طرح پر کہ وہ بعض کو نشان کے طور پر اس بلا سے محفوظ رکھے گا اور دوسرے یہ کہ یہ بیماریاں جو آئیں گی یہ دینی برکات کا موجب ہو جائیں گی اور بہتیرے لوگ اُن خوفناک دنوں میں دینی برکات سے حصّہ لیں گے اور سلسلہ حقّہ میں داخل ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور طاعون کا خوفناک نظارہ دیکھ کر بڑے بڑے متعصّب اس سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔'' (نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۹۸)

وَاَجْزَآءِ اَعْصَابِیْ وَرَاَیْتُ وُجُوْدِیْ کَالْمَنْھُوْبِیْنَ۔ وَکَاَنَّ اللّٰہَ اسْتَخْدَمَ جَمِیْعَ جَوَارِحِیْ وَمَلَکَھَا بِقُوَّۃٍ لَّایُمْکِنُ زِیَادَۃٌ عَلَیْھَا فَکُنْتُ مِنْ اَخْذِہٖ وَ تَنَاوُلِہٖ کَاَنِّیْ لَمْ اَکُنْ مِّنَ الْکَآئِنِیْنَ۔ وَ کُنْتُ اَتَیَقَّنُ اَنَّ جَوَارِحِیْ لَیْسَتْ جَوَارِحِیْ بَلْ جَوَارِحُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ کُنْتُ اَتَخَیَّلُ اَنِّیْ انْعَدَمْتُ بِکُلِّ وُجُوْدِیْ وَانْسَلَخْتُ مِنْ کُلِّ ھُوِیَّتِیْ۔ وَالْاٰنَ لَا مُنَازِعَ وَلَا شَرِیْکَ وَلَا قَابِضَ یُزَاحِمُ۔ دَخَلَ رَبِّیْ عَلٰی وُجُوْدِیْ وَکَانَ کُلُّ غَضَبِیْ وَ حِلْمِیْ وَحُلْوِیْ وَ مُرِّیْ وَحَرَکَتِیْ وَسُکُوْنِیْ لَہٗ وَمِنْہُ۔ وَ صِرْتُ مِنْ نَّفْسِیْ کَالْخَالِیْنَ۔ وَبَیْنَمَا اَنَا فِیْ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ کُنْتُ اَقُوْلُ اِنَّا نُرِیْدُ نِظَامًا جَدِیْدًا۔ سَمَآءً جَدِیْدَۃً وَّ اَرْضًا جَدِیْدَۃً فَخَلَقْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَوَّلًا بِصُوْرَۃٍ اِجْمَالِیَّۃٍ لَّا تَفْرِیْقَ فِیْھَا وَ لَا تَرْتِیْبَ۔ ثُمَّ فَرَّقْتُھَا وَ رَتَّبْتُھَا بِوَضْعٍ ھُوَ مُرَادُ الْحَقِّ وَ کُنْتُ اَجِدُ نَفْسِیْ عَلٰی خَلْقِھَا کَالْقَادِرِیْنَ۔ ثُمَّ خَلَقْتُ السَّمَآءَ الدُّنْیَا وَقُلْتُ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ثُمَّ قُلْتُ الْاٰنَ نَخْلُقُ الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ ثُمَّ انْحَدَرْتُ مِنَ الْکَشْفِ اِلَی الْاِلْھَامِ فَجَرٰی عَلٰی لِسَانِیْ۔

بقیہ ترجمہ۔ اور پٹھوں میں سرایت کرگئی اور مَیں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کرلیا کہ اُس سے زیادہ ممکن نہیں چنانچہ اس کی گرفت سے مَیں بالکل معدوم ہوگیا اور مَیں اُس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضا ہیں اور مَیں خیال کرتا تھا کہ مَیں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ھَوِیَّتْ سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اَب کوئی شریک اور مُنازِع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہوگیا اور اس حالت میں مَیں یُوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔[1] سو مَیں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر مَیں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب اور تفریق کی اور مَیں دیکھتا تھا کہ مَیں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر مَیں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ۔ پھر مَیں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر

لے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔ ''ایک دفعہ کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے اور پھر مَیں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا حالانکہ اُس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہوجائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔'' (چشمۂ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۵-۳۷۶ حاشیہ)